مبادیاتِ فلسفہ

برائے انٹرمیڈیٹ

(حصّہ اوّل)

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ محفوظ ہیں۔

منظور کردہ: وفاقی وزاتِ تعلیم (شعبہ نصاب) حکومتِ پاکستان، اسلام آباد

اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اسے ٹیسٹ پیپرز، گائیڈ بکس، خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فہرست مضامین

باب 1:	فلسفہ کی تعریف	1
باب 2:	فلسفہ اور مذہب	16
باب 3:	فلسفہ اور سائنس	26
باب 4:	علم	38
باب 5:	مابعد الطبیعات	53
باب 6:	اخلاقیات	61
باب 7:	اسلامی اقدار	73
باب 8:	حکمت۔ مفہوم اور دائرہ کار	91
	حل مشقی سوالات	104
	فرہنگ	106
	کتابیات	109

مصنف: ڈاکٹر جاوید اقبال ندیم، ایسوسی ایٹ پروفیسر فلسفہ (ر)

یونیورسٹی کالج آف ایجوکیشن، لوئر مال، لاہور

زیرِ نگرانی: فریدہ صادق آرٹسٹ: مسز عائشہ وحید

ناشر: ایمی پرنٹرز لاہور مطبع: الرحیم آرٹ پریس لاہور

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	طباعت	تعداد اشاعت	قیمت
مئی 2019ء	اول	7	2,000	53.00

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

باب 1

فلسفہ کی تعریف (Definition of Philosophy)

انسان ذہنی طور پر کچھ نہ کچھ جاننے کی جستجو کرتا ہے۔ جیسے جیسے علمی اور فکری مسائل حل ہوتے جاتے ہیں ویسے ویسے فکر کے نئے نئے دریچے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ انسان حیرانی اور استعجاب کی گہرائیوں میں گرتا ہے تو پھر فلسفہ ہی اسے اس فکری بھنور سے باہر نکالتا ہے۔ اسی لیے یونانی فلسفی افلاطون نے کہا تھا کہ فلسفے کی ابتدا حیرت وتعجب اور اس سے پیدا ہونے والی ذہنی الجھنوں کو دور کرنے کی کوشش سے ہوتی ہے۔ انسان کا شعور بتدریج پختہ ہوتا جاتا ہے، شعور کی بلندیاں انسان کی حیرانی میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔ فلسفہ اس حیرانی کو دور کرتا ہے اور اس کے ذہن میں پیدا ہونے والے حیران کن سوالات کے جواب تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

فکر عموماً اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کو کوئی ذہنی مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ کسی فکری مسئلے کا حل جبلی طور پر ممکن نہیں۔ جب انسان کسی مشکل مسئلہ اور اس کے جوابی فعل کے درمیان وقفہ میں مخصوص ذہنی عمل سے گزرتا ہے تو اسی ذہنی عمل کو فکر کہتے ہیں جو جبلتِ تجسس کی تسکین کرتی ہے۔ یہی ذہنی عمل ان مخصوص حالات اور ماحول میں انسان کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ جسے ہم فلسفیانہ سوچ و بچار کہتے ہیں۔ ہر شخص کی سوچ کی ایک سطح ہوتی ہے جسے انفرادی یا ذاتی فلسفہ کہا جاسکتا ہے۔ کسی شخص کا انفرادی نقطۂ نظر یا ذاتی فلسفہ، عقائد اور اقدار پر مبنی ہوتا ہے جبکہ منظم اور کائناتی فلسفہ میں منطقی ربط اور تسلسل پایا جاتا ہے۔

انسان کے ذہن میں ہمیشہ تین قسم کے سوالات ابھرتے رہتے ہیں یعنی کوئی شے کیا ہے؟ کیسے ہے؟ اور کیوں ہے؟

کیا اور کیسے کے جواب سائنسی فکر سے حاصل کیے جاسکتے ہیں جبکہ کیوں کا جواب فلسفہ مہیا کرتا ہے جس سے خیالات، تصورات، اصول اور کلیے وضع کیے جاتے ہیں اور ان کی قدر و منزلت اور اہمیت بیان کی جاتی ہے۔

فلسفہ دراصل حقیقت کی تلاش اور حبِ دانش کا نام ہے۔ اسی لیے فلسفیانہ مسائل حل کرنے والے کو حکیم، دانا یا فلسفی کہا جاتا ہے۔ تاریخ فلسفہ یونان کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ فیثا غورث نے سب سے پہلے فلسفہ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ فلسفہ ہمیں فکر کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے جس پر جا کر فلسفی صداقت اور حقیقت جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا رجحان ہے، جس میں فلسفہ بہ حیثیتِ مجموعی فکرِ انسانی اور ممکنہ حقیقت کی ایک تصویر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

فلسفی انتہائی اعلیٰ درجے کا وہ ذہین و فطین شخص ہوتا ہے جو اپنے فکر و نظر سے اشیا و نظریات کی ابتدا اور انتہا جاننے کی تگ و دو کرتا ہے۔ انگریزی زبان کا لفظ Philosophy حقیقتاً یونانی الاصل ہے، جس میں PHILIA کے معنی Love یعنی محبت کے ہیں اور SOPHIA کے معنی Wisdom یعنی حکمت و دانائی کے ہیں۔ اس طرح Philosophy کے لغوی معنی "LoveofWisdom" یعنی "محبتِ حکمت یا حبِ دانش" ہیں۔

فلسفی وہ لوگ ہوتے ہیں جو ہر طرح کی ازلی وابدی اور عدیم التغیر اشیا ونظریات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔

ہم تاریخ فلسفہ کو تین بڑے ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ دورِاول قدیم دور ہے جس میں فلسفوں کی تقسیم اس طرح ہے۔ ہندی فلسفہ، چینی فلسفہ، ایرانی فلسفہ، مصری فلسفہ اور یونانی فلسفہ شامل ہیں دورِ ثانی ازمنہ وسطیٰ کے نام سے جانا جاتا ہے جس میں مسلم فلسفہ، عیسائی فلسفہ اور عبرانی فلسفہ اہم ہیں، دورِ ثالث میں فلسفہ جدید اور پسِ جدیدیت شامل ہیں۔

دورِ اوّل میں یونانی فلسفیوں میں تھیلیز، ہراکلائٹس، ایمپیڈوکلیز، پارمینڈیز، فیثا غورث، پروٹاغورس، سقراط، افلاطون اور ارسطو کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ ان عظیم یونانی فلسفیوں نے میدانِ فلسفہ میں کمال نظریات پیش کیے جو ابھی تک تازہ ہیں۔

دورِ ثانی یعنی ازمنہ وسطیٰ کے مسلمان فلسفیوں میں الکندی، الفارابی، ابن سینا، ابن مسکویہ، امام الغزالی، ابنِ ماجہ، ابنِ طفیل، ابنِ رشد، امام ابوبکر رازی، ابنِ خلدون اور ابنِ عربی آسمانِ فلسفہ پر چمکتے ستارے ہیں جنہوں نے متعدد فلسفیانہ اور مذہبی مسائل کو حل کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ اسی طرح دورِ ثالث میں فلسفہ جدید اور پسِ جدیدیت کے معروف فلسفیوں میں ڈیکارٹ، کانٹ، ہیگل، نٹشے، برگساں، رسل، وائیٹ ہیڈ، وٹگن سٹائین، دریدا اور چومسکی وغیرہ مشہور ہیں۔

فلسفیانہ افکار بعض اوقات قوموں کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔ بعض اوقات عرصہ دراز تک کسی قوم کا کوئی فلسفہ سامنے نہیں آتا لیکن یہ بات واضح ہے کہ انسان ہمیشہ حقیقت جاننے کی تگ و دو کرتا رہتا ہے، جو یقیناً ہمیشہ جاری رہے گی۔

ہر دور میں سچائی کی تلاش اور اسے حاصل کرنے کی خواہش میں مسلسل جدوجہد کرنے کا نام فلسفہ ہے۔ انسان جب کوئی نئی شے دیکھتا یا آواز سنتا ہے تو حیران ہوتا ہے۔ یہ حیرانی کا عمل اس کے ذہن میں سوالات پیدا کرتا ہے۔ سوچ و بچار اور فکر پیدا کرتا ہے۔ اسی حیرانی سے فلسفے کی ابتدا ہوتی ہے سوچ و بچار اور فکر کا نام ہی فلسفہ ہے۔ افلاطون نے کہا ہے:

"Philosophy begins with wonder"

جس طرح یونانی فلسفی افلاطون کا خیال ہے کہ فلسفہ کی ابتدا حیرانی سے ہوتی ہے اسی طرح فلسفہ جدید کے بانی ڈیکارٹ (Descartes) کے خیال میں فلسفے کی ابتدا شک اور شبہے کی اذیت ناک ذہنی کیفیت سے نجات حاصل کرنے کی فطری آرزو کی وجہ سے ہوتی ہے۔ شک وشبہے سے مراد تشکیک کا عمل ہے۔ یعنی کسی صورت حال یا شے کے متعلق جب تک یقین نہ ہو جائے کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ گویا اُسے شک (Doubt) سے دیکھا جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شے کی حقیقت کیا ہے؟ اصلیت کیا ہے؟ کیا یہ شے جیسی نظر آتی ہے حقیقت میں بھی ویسی ہے جو نظریہ یا تعقل استعمال کیا گیا ہے وہ مستند ہے یا نہیں ہے۔ کہیں الفاظ کا گورکھ دھندا تو نہیں ہے۔

"Philosophy Begins with Doubt" Descartes

جدید دور میں فلسفے کا مفہوم مزید ترقی پا گیا ہے۔ فلسفے کے دو اہم کام یا افعال ہیں۔ پہلا ترکیب (Synthesis) اور دوسرا تحلیل یا تجزیہ (Analysis)۔ فلسفہ بکھری ہوئی سوچ کے تانے بانے بنتا ہے ترکیب کا کام ایک دائرے کے اندر رہ کر فکری مغالطے ختم کر کے سوچ کی اکائیاں یکجا کرنا ہے۔ جس سے اجزا کی اہمیت کو کل کے ساتھ ان کی وابستگی کے حوالے سے اجاگر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تحلیل (Analysis) کے عمل سے اشیا، نظریات اور تعقلات کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ تجزیہ سے اصل حقائق اور حیثیت سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔

تجزیہ ہو یا ترکیب یہ دونوں خصوصی حیثیت کے حامل اعمال ہیں۔ کوئی عمومی ذہنی سطح کا شخص ایسا کمال نہیں دکھا سکتا۔ یوں فلسفہ صرف فلسفیوں کے لیے ہوتا ہے، عام لوگوں کے بس کی بات نہیں۔

تمام تر علوم کی ابتدا فلسفہ ہی سے ہوئی ہے جو شخص طبیعیات، کیمیا، طب، ہندسہ، موسیقی، نفسیات، معاشیات، فلکیات، مابعد الطبیعیات غرضیکہ تمام علوم پر دسترس رکھتا ہے اُسے دانا، حکیم یا فلسفی کہا جاتا ہے۔ وہ عقلی اور فکری لحاظ سے دوسروں سے برتر ہوتا ہے۔ فلسفہ ہی سے تمام علوم نکلے ہیں کانت (Comte) نے اسی لیے فلسفے کو ام العلوم کہا تھا یعنی فلسفہ تمام علوم کی ماں ہے۔

فلسفی نظریہ قائم کرتا ہے اور سائنسدان اس پر عمل کر کے آسائشات پیدا کرتا ہے۔ فلسفہ نظری ہوتا ہے اور سائنس اس کا عملی پہلو۔ اس طرح فلسفہ سائنس کی رہنمائی کرتا ہے۔ ڈبلیو ٹی سٹیس (W.T.STACE) کے خیال کے مطابق دیگر سائنسی علوم جہاں آ کر ختم ہوتے ہیں فلسفہ اُس سے آگے اپنی تحقیقات کا آغاز کرتا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ پہلے نظریہ پیدا ہوتا ہے پھر اس نظریہ پر سائنسدان عمل کرتے ہیں۔ جہاں جا کر سائنس کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔ وہاں پھر کسی نہ کسی نظریہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ نظریہ سائنس کو فلسفیانہ ذہن رکھنے والے لوگ مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح ہربرٹ سپنسر (Herbert Spencer) کا کہنا ہے کہ سائنس جزوی طور پر منظم علم ہے جبکہ فلسفہ کلی طور پر منظم علم ہے۔ فلسفے میں زندگی کے مسائل حل کرنے کے لیے منظم اور مرتب انداز سے وسعتِ قلب اور وسیع النظری سے کام لیا جاتا ہے۔

فلسفیانہ افکار مقفل ذہنوں کو کھولتے ہیں اس طرح انسانی ذہن اس قابل ہو جاتا ہے کہ پوری کائناتی فضا کے بند دریچے آہستہ آہستہ خود بخود وا ہو جاتے ہیں۔ فلسفہ ہی کی بدولت دنیا کے تمام علوم ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔ جس سے انسان تخیلاتی کائنات میں بالعموم معنویت، ترتیب، توازن اور کلیت پیدا کرتا ہے۔ فلسفہ علم کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔

تنقید ہو کہ تحقیق، ترکیب ہو کہ تحلیل سب کی بنیادیں فلسفہ مہیا کرتا ہے۔ فلسفہ حقیقت کی تہہ تک پہنچنے کا طریق کار ہے۔ سوچ و بچار اور فکری کاوش سے صرف فلسفہ ہی بتاتا ہے کہ وجود کی اصل ماہیت اپنی فطرت میں کیا ہے؟

فلسفیانہ سوالات (Philosophical Qusestions)

فلسفے کا بنیادی کام ہی سوالات اُٹھانا ہے۔ انسان کو اس قابل بنانا کہ وہ جس میدان میں بھی کام کر رہا ہو وہاں فکری انداز سے سوچنے کے قابل ہو جائے۔

ہمیشہ سے ہی ذہنوں میں چند ایک مخصوص سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں، مثلاً انسان کیا ہے؟ کائنات کیا ہے؟ اس کا خالق کون ہے؟ علم کیا ہے؟ سوچ و بچار کیسے ممکن ہے؟ وہ کون سے علوم ہیں جو معیار مقرر کرتے ہیں؟ بنیادی طور پر یہ فلسفے ہی کے سوالات ہیں۔ ان کا جواب تلاش کرنا فلسفیوں کا کام ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فلسفہ وہ ہے جو فلسفی کرتے ہیں یعنی فلسفی اپنی فکری کاوشوں سے جو نظریات قائم کرتے ہیں دراصل وہی فلسفہ ہوتا ہے۔

فلسفے کے موضوعات، عنوانات یا سوالات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ جس میں فلسفے کی فکری سرحدیں طے کرنا ناممکن ہے۔ لیکن کسی حد تک جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ فلسفے کا دائرہ کار اور معیار کیا ہے؟

فلسفے کا دائرہ کار (Scope of Philosophy)

فلسفے کے دائرہ کار سے مراد یہ ہے کہ فلسفے کی وسعت کیا ہے؟ یعنی فلسفے میں کون سے اہم موضوعات زیرِ بحث آتے ہیں؟ فلسفہ کن عنوانات یا علوم پر بحث کرتا ہے؟ ویسے کہا جاتا ہے کہ فلسفہ ”ام العلوم“ ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام علوم فلسفہ ہی سے برآمد ہوئے ہیں۔ قدیم فلسفی تمام علوم کے ماہر تھے۔ ایک فلسفی طبیعیات، کیمیا، حیاتیات، نباتیات، نفسیات، معاشیات، ہندسہ، منطق، معاشریات، تاریخ غرضیکہ تمام علوم کا ماہر ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ علم کی جس شاخ میں ترقی ہوتی گئی وہ فلسفہ سے الگ اپنی حیثیت قائم کرتا چلا گیا۔

طبیعیات، کیمیا وغیرہ فلسفے سے پہلے علیحدہ ہوئے جبکہ نفسیات کو الگ اپنی حیثیت قائم کیے تقریباً ایک سو سال ہوئے ہیں۔

فلسفہ کو موضوعات کے لحاظ سے تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

فلسفہ کا دائرہ کار
Scope of Philosophy

Axiology	Epistemology	Ontology
قدریات	علمیات	وجودیات

1:۔ وجودیات (Ontology)

فلسفے کے اہم موضوعات میں سے یہ سوال بھی ہے کہ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ کائنات کی حقیقت اس کی نوعیت اور ماہیت کو کس طرح بیان کیا جاسکتا ہے؟ کائنات کی اساس کیا ہے؟ کائنات کیسے بنی ہے؟ اس کی ابتدا کیا ہے؟ اس کی اصلیت کیا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا حل وجودیات میں تلاش کیا جاتا ہے۔ کیا کائنات صرف ایک جوہر سے بنی ہے یا کہ زیادہ جواہر کا مجموعہ ہے۔

وجودیات کو نظریات کے لحاظ سے درج ذیل تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

وجودیات Ontology

Pluralism	Dualism	Monism
کثرتیت	ثنویت	احدیت

(i) احدیت (Monism)

احدیت کے نظریہ کے مطابق کائنات کی ابتدا صرف ایک جوہر سے ہوئی ہے۔ یعنی کائنات صرف کسی ایک جوہر (Substance) سے بنی ہے۔ مثلاً سب سے پہلے یونانی فلسفی تھیلیز کا خیال تھا کہ تمام کائنات پانی سے بنی ہے۔

(ii) ثنویت (Dualism)

ثنویت کے نظریئہ کے مطابق کائنات کسی دو جواہر (Substances) سے مل کر بنی ہے، یعنی ذہن (Mind) اور مادہ (Matter) سے۔

(iii) کثرتیت (Pluralism)

کثرتیت کے نظریہ کے مطابق کائنات کی ابتدا ایک جوہر یا دو جواہر سے نہیں ہوئی بلکہ لاتعداد بنیادی جواہر سے کائنات بنی ہے۔ کائنات میں چونکہ مختلف نوعیت کی مختلف اشیا موجود ہیں اس لیے یہ مختلف جواہر کے مجموعہ ہی سے بنی ہے۔

یونانی فلسفی ایمپیڈوکلیز (Empedocles) کے خیال میں کائنات چار بنیادی عناصر یعنی جواہر، (Elements) سے مل کر بنی ہے اور وہ چار بنیادی عناصر پانی، مٹی، آگ اور ہوا ہیں۔ اسی طرح ایک اور یونانی فلسفی ڈیموقریطس (Democritus) کا خیال ہے کہ چار نہیں بلکہ لاتعداد عناصر سے مل کر کائنات وجود میں آئی ہے۔

(2) علمیات (Epsitemology)

علمیات کے دائرہ کار میں اِن سوالات کا جواب تلاش کیا جاتا ہے۔ علم کیا ہے؟ علم کے ماخذ اور حدود کیا ہیں؟ کیا ہم کسی شے کا علم رکھ سکتے ہیں؟ کیا حواس حقیقی ہوتے ہیں؟ جو کچھ ہمیں محسوس ہو رہا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے یا کہ دھوکا اور فریب ہے؟ بعض فلسفیوں کا خیال ہے کہ علم کا حصول ممکن ہی نہیں۔ جدید فلسفہ کے بانی ڈیکارٹ (Descartes) کا خیال ہے کہ تشکیک سے علم کو جانچنا چاہیے۔ اس طرح فلسفیانہ سوچ واضح ہوتی ہے اور تشکیک سے پتہ چلتا ہے کہ علم کا حصول ممکن ہی نہیں۔ ہر شے پر شک کر کے دیکھیں اور تجزیہ کریں تو باقی کچھ نہیں بچے گا۔ بعض کا کہنا ہے کہ علم یا خیال انسان کے ذہن میں پیدائشی اور وہبی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ وہبی خیالات (Innate Ideas) کے قائل عقلیت پسند (Rationalist) ہیں۔ وہ نہایت وثوق سے کہتے ہیں کہ انسانی ذہن میں پیدائشی طور پر بعض تصورات موجود ہوتے ہیں۔ جیسے گراموفون کے ریکارڈ میں گانے بند ہوتے ہیں اور گراموفون کی سوئی کے لمس سے یہ سنائی دیتے ہیں یا کمپیوٹر میں استعمال ہونے والی ڈسک میں مواد موجود ہوتا ہے اور کمپیوٹر میں ڈالنے سے وہ سامنے سکرین پر آ جاتا ہے۔

لیکن اس کے برعکس بعض فلسفیوں کا خیال ہے کہ پیدائش کے وقت انسان کا ذہن ایسے ہی خالی ہوتا ہے جیسے کوئی صاف سلیٹ۔ یہ خیال مشہور فلسفی جان لاک (Johne Locke) کا ہے۔ جس طرح صاف سلیٹ پر بعد میں حروف یا الفاظ لکھے جاتے ہیں اس طرح ذہن پر تجربات اور مشاہدات کی بنا پر خیالات و تصورات کے نقوش بنتے چلے جاتے ہیں۔ اس نقطہ نظر کو ماننے والوں کو تجربیت پسند (Empirisists) کہا جاتا ہے کہ وہ تجربہ کی بنا پر علم حاصل کرنے کے حامی ہیں۔

تجربیت پسندوں کا نقطہ نظر ہے کہ انسان کا تمام علم اکتسابی ہوتا ہے۔ خواہ اس کا ماخذ کچھ بھی ہو۔

بعض مفکرین حواس اور استدلال سے حاصل کردہ علم کو علم جانتے ہیں اور بعض مفکرین وجدان اور الہام کو صحیح ماخذ علم تسلیم کرتے ہیں۔ علمیات کے موضوع میں ان تمام ذرائع اور ماخذ کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کی بنا پر ہم علم حاصل کرتے ہیں۔ علم کیا ہے؟ مثال کے طور پر ادراک (Perception) کو علم کہتے ہیں۔ جب ہم کچھ محسوس کرتے ہوئے اسے معنی دیتے ہیں تو اس عمل کو ادراک کہتے ہیں۔ جتنا ہمارا ادراک زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی علم بڑھتا ہے۔ حواس سے حاصل کردہ علم میں نقائص ہیں یعنی بعض اوقات ہم التباس یا وہم کا شکار ہو جاتے ہیں اور جو کچھ ہمیں محسوس ہو رہا ہوتا ہے اس کو ہم اپنی دانست کے مطابق معنی پہنا دیتے ہیں حالانکہ حقیقی صورت حال اس سے مختلف ہوتی ہے۔ سڑک پر تیز دھوپ کی شعاعیں منعکس ہوتی ہیں تو ہم دور سے اسے پانی سمجھ لیتے ہیں جبکہ حقیقت میں وہاں پانی نہیں ہوتا۔ رات کو کم

روشنی یا کسی بھی وجہ سے کلر والی سفید جگہ سے پاؤں اٹھا کر آگے رکھتے ہیں کہ یہ پانی یا کوئی اور شے ہے جبکہ حقیقتاً وہ کلر والی سفید مٹی ہوتی ہے۔ اسی طرح ریل گاڑی میں سفر کرتے ہوئے دور کے درخت حرکت میں دکھائی دیتے ہیں حالانکہ ہم حرکت میں ہوتے ہیں نہ کہ درخت۔ اسی طرح بو، بدبو، خوشبو، ذائقہ اور آواز کا بھی غلط ادراک یا التباس (illusion) ممکن ہے۔

حواس کے ایسے نقائص کی وجہ سے صحیح علم حاصل کرنے سے ہم قاصر ہوتے ہیں۔

(3) قدریات (Axiology)

قدریات میں صداقت کیا ہے؟ قدریات میں کسی شے یا جو کچھ بھی دنیا میں موجود ہے کی حقیقی قدر اور معیار کا ذکر کیا جاتا ہے۔ معیار اور پیمانہ طے کرنے والے علوم کو معیاری علم (Normative Science) کہا جاتا ہے۔ فلسفیانہ افکار میں انسان سائنس کی طرح کلی اور عمومی نتائج مستند طور پر اخذ نہیں کرتا بلکہ اس میں فکر کے ارتقا کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے پوری دنیا کے لیے مستقل اور عمومی اقدار مہیا کرنے کے بجائے مختلف فلسفیوں کے کسی ایک شے، نظریہ یا تعقل کے بارے میں مختلف رائے ہوتی ہے۔ اس وجہ سے مختلف فلسفی مختلف نظام ہائے افکار و اقدار پیش کرتے رہے ہیں۔ کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے لوگوں کی خواہشات میں فرق بھی نئے اور مختلف فلسفوں کو جنم دیتا ہے۔ دنیا کے اکثر فلسفیوں کا اندازِ فکر یکساں نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر مختلف معیارات طے کیے گئے ہیں۔ یونانی سوفسطائی فلسفی پروٹاگورس کا کہنا تھا۔ ''انسان ہر شے کا پیمانہ ہے''۔

"Man is the Measure of all Things"

ہر انسان کا سوچنے کا معیار اپنا ہے وہ اپنی عقل و دانست کے مطابق کسی شے کے بارے میں رائے قائم کرتا ہے۔ اقدار جن کی بنا پر معیاری علوم کا تعین کرتے ہیں، تین ہیں۔

Values اقدار

Goodness	Beauty	Truth
خیر	حسن	صداقت

سوچ بچار اور فکر کے صحیح ہونے کا تعلق صداقت (Truth) سے ہے۔ فکر کے صحیح ہونے کے بارے میں بحث سے منطق جنم لیتا ہے جو فکر کے قوانین وضع کرتا ہے۔

حسن و جمال کے حوالے سے معیارات کا تعین جمالیات کو جنم دیتا ہے جس میں بدصورتی اور خوبصورتی کے اصول مقرر کیے جاتے ہیں اور ان پر بحث کی جاتی ہے۔

خیر کا معیار (Good) کسی شخص کے عمل کی خوبی اور خامی بیان کرتا ہے۔ اس طرح اگر ہم ان تین اقدار صداقت، حسن اور خیر کو سامنے رکھیں تو دنیا میں صرف تین معیاری علوم وضع ہوتے ہیں۔ ان تینوں معیاری علوم کا نقطہ نظر اور ان کی غرض و غایت بالکل مختلف ہے۔ ان کا تعلق اشیا کی ہست و بود سے نہیں ہوتا بلکہ ان کی قدر و قیمت سے ہوتا ہے۔ وہ ہمیں یہ نہیں بتاتے کہ فلاں اشیا یوں ہیں یا یوں تھیں بلکہ یہ بتاتے ہیں

کہ انہیں یوں ہونا چاہیے۔ وہ ان معیاری اصولوں سے اشیا کی قدر و قیمت کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ معیارات وہ اقدار ہیں جو زندگی کے بارے میں اعلیٰ اور بہترین انداز فکر کو روشناس کراتی ہیں۔

معیاری علوم Normative Sciences

قدریات Axiology

Ethics	Aesthetics	Logic
اخلاقیات	جمالیات	منطق

(i) منطق (Logic)

منطق ایک معیاری علم ہے جو فکر کی صحت (Validity) کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔ اور صحیح فکر کے قوانین کا مطالعہ کرتا ہے۔

Logic is a science that studies the laws of valid thought.

علم منطق ہمیں بتاتا ہے کہ فکر کیسا ہونا چاہیے؟ منطق فکر کے نتائج سے بحث کرتا ہے۔ اور ان کی صحت یا عدم صحت کو جانچتا ہے۔ منطق فکر کا معیاری نقطہ نظر سے مطالعہ کرتا ہے۔

منطق کا لفظ نطق سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں زبان، اس میں زبان اور فکر دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ منطق کا موضوع فکر ہے اور صرف ونحو یعنی گرائمر وغیرہ کا موضوع زبان ہے۔ چونکہ فکر اور زبان یعنی خیالات اور الفاظ میں گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا منطق اور علم صرف ونحو آپس میں مربوط ہیں۔ منطق صرف ونحو یعنی گرائمر کے اصول وضع کرنے میں مدد دیتا ہے۔ منطق تصورات، تصدیقات اور استدلات کی صحت کا مطالعہ کرتا ہے۔ یعنی اس کا اہم کام فکر کی صحت دیکھنا ہے۔ علم منطق فکر و استدلال کی قوت کو بڑھاتا ہے اور ہمیں صاف اور صحیح انداز سے سوچنے میں مدد دیتا ہے۔ فکر و استدلال کے قوانین جان کر ہم گمراہ کن استدلال اور فکری مغالطوں سے بچ سکتے ہیں۔ ہر علم کو صحیح فکر و استدلال کی ضرورت ہوتی ہے اور صحیح فکر و استدلال کے قوانین بنانا منطق کا کام ہے۔ اس لیے منطق کو علم العلوم کہا جا سکتا ہے۔ روزمرہ زندگی میں منطق بے حد مفید ہے۔ روزانہ ہماری صحیح گفتگو منطقی دلائل پر مبنی ہوتی ہے جبکہ غلط افکار منطق کے قوانین کے بغیر ہوتے ہیں۔ ہم اپنی روزمرہ کی گفتگو اور دلائل میں دانستہ یا نادانستہ طور پر منطق کے اصولوں کو استعمال میں لاتے ہیں۔ اساتذہ، وکلا، واعظ اور مقرر ہر وقت منطق سے استفادہ کرتے ہیں۔ وکیل عدالت میں کسی جرم کو صحیح یا غلط ثابت کرنے کے لیے جو دلائل دیتا ہے وہ منطقی دلائل ہوتے ہیں جج جو فیصلہ ان دلائل کو سن کر دیتا ہے وہ بھی منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔ منطق وہ علم ہے جو فکر کے ایسے قوانین بتاتا ہے جن کے بغیر صحیح فکر ممکن ہی نہیں۔ فکر کی صحت (Validity) سے مراد یہ ہے کہ فکر میں اپنی ہی تردید نہ پائی جائے اور فکر حقائق کے مطابق ہو۔ اگر فکر میں خود تردیدی نہ پائی جائے تو یہ صحت فکر صوری (Formal) ہوتی ہے۔ اور اگر فکر حقائق کے مطابق ہو تو صحت فکر مادی (Material) ہوتی ہے۔

صوری صحت (Formal Validity) میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ فکر اپنے آپ سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔ مادی صحت

(Material Validity) میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ فکر بیرونی حقیقت سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں۔صحت کے انہی دو مفاہیم کی بنا پر منطق کو دوشاخوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

منطق Logic

Inductive Logic — منطق استقرائیہ
Deductive Logic — منطق استخراجیہ

منطق استخراجیہ (Deductive Logic)

منطق استخراجیہ استدلال کی صرف صوری صحت (Formal Validity) کو جانچتا ہے۔دیئے ہوئے مقدمات یا جملوں یا قضیوں کو صحیح مان کر منطق استخراجیہ میں دیکھا جاتا ہے کہ نتیجہ مانے ہوئے مقدمات کے مطابق ہے یا نہیں۔

منطق استخراجیہ میں دیئے ہوئے مقدمات یعنی جملوں میں سے چھپا ہوا نتیجہ لازمی طور پر نکلتا ہے۔ مقدمات یا جملوں اور نتائج کی صوری صحت کے بارے میں جانچ پڑتال کرنا منطق استخراجیہ کا کام ہے۔مثلاً:

تمام انسان فانی ہیں۔
سقراط ایک انسان ہے۔
نتیجہ.......... لہٰذا سقراط فانی ہے۔

منطق استخراجیہ کے لحاظ سے پہلے دو جملوں میں سے تیسرا جملہ نتیجے کے طور پر اخذ کیا گیا ہے جو ان میں چھپا ہوا تھا۔ پہلا جملہ "تمام انسان فانی ہیں"۔ کے ساتھ جب دوسرا جملہ "سقراط ایک انسان ہے" ملایا جاتا ہے تو ہر صورت میں تیسرا جملہ نتیجے کے طور پر نکلتا ہے جو کہ صوری صحت کے اصولوں کے مطابق بالکل صحیح ہے اور اگر پہلا جملہ یہ دیا ہو کہ "تمام انسان درخت ہیں" اور دوسرا جملہ ہو "تمام طلبا انسان ہیں"، تو پھر یہ صورت بنے گی۔

تمام انسان درخت ہیں۔
تمام طلبا انسان ہیں۔
نتیجہ................ لہٰذا تمام طلبا درخت ہیں۔

منطق استخراجیہ چونکہ صوری صحت یعنی واضح شکل وصورت کو دیکھتی ہے تو اس طرح یہ استدلال بالکل صحیح ہے اور تیسرا جملہ (نتیجہ) "تمام طلباء درخت ہیں" منطق استخراجیہ کے اصول کے مطابق صحیح نتیجہ اخذ ہوا ہے۔اسی طرح چند ایک مزید مثالیں یہ ہیں۔

1۔ تمام درخت سبز ہوتے ہیں۔
یہ ایک درخت ہے۔
لہٰذا یہ درخت سبز ہے۔

2- اس درخت کے تمام سرخ آم میٹھے ہیں۔
بالٹی میں اسی درخت کے سرخ آم ہیں۔
لہٰذا بالٹی میں تمام آم میٹھے ہیں۔

3- ایم۔اے کی تمام طالبات حاضر ہیں۔
حرا ایم۔اے کی طالبہ ہے۔
لہٰذا حرا حاضر ہے۔

اوپر دی گئی مثالوں میں تیسرا جملہ نتیجہ کے طور پر خود بخود برآمد ہوتا ہے جو منطق استخراجیہ کے اصولوں کے مطابق بالکل صحیح ہے۔ منطق استخراجیہ میں عموماً کل سے جز کا نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

منطق استقرائیہ (Inductive Logic)

منطق استقرائیہ میں استدلال کی مادی صحت (Material Validity) کو جانچا جاتا ہے۔ نتائج احتمالات (Probables) پر مبنی ہوتے ہیں۔ چند ایک حقائق کا پتہ لگایا جاتا ہے پھر کل کے بارے میں نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ منطق استقرائیہ میں انفرادی حقائق سے عمومی حقائق کی طرف جاتے ہیں۔ حقائق کی تصدیق کی جاتی ہے۔ منطق استقرائیہ میں حقائق کے باہمی علتی رشتوں کو دریافت کرتے ہیں۔ جزوی حقائق کے مشاہدے کی مدد سے کلیہ، قضیے مرتب کیے جاتے ہیں۔ منطق اسقرائیہ کی مثالیں درج ذیل ہیں: کہ

زید فانی ہے، بکر فانی ہے، اور عمر فانی ہے............
لہٰذا تمام انسان فانی ہیں۔

منطق استقرائیہ کی اس مثال کو غور سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں ایک شخص کو مرتے ہوئے دیکھا، دوسرے کو مرتے ہوئے دیکھا، تیسرے کو مرتے ہوئے دیکھا، پھر ایک استقرائی زقند لگا کر کل کے بارے میں رائے قائم کر لی گئی۔

اسی طرح اگر ہم ایک دکان سے ایک قلم خریدتے ہیں وہ صحیح کام کرتا ہے، دوسرا قلم خریدتے ہیں وہ صحیح کام کرتا اور پھر تیسرا یا چوتھا قلم خریدتے ہیں اور وہ بھی صحیح چلتا ہے تو ہم عمومی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ''اس دوکان کے تمام قلم صحیح کام کرتے ہیں''۔

منطق استقرائیہ میں پہلے حقائق کا مطالعہ کیا جاتا ہے، مادی صحت کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے پھر کلی یا عمومی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ مثلاً

ایک کوّا سیاہ ہے، دوسرا کوّا سیاہ ہے، تیسرا کوّا سیاہ ہے، چوتھا کوّا سیاہ ہے............
لہٰذا تمام کوّے سیاہ ہوتے ہیں۔

یہ دوسرا جملہ عمومی نتیجہ ہے۔ جو منطق استقرائیہ کے اصول کے مطابق سامنے آیا ہے یا خود بخود قائم ہوا ہے۔ لیکن اس سے قبل کوؤں کے سیاہ ہونے کی تصدیق یعنی مادی صحت کو جانچا گیا ہے۔

(ii) جمالیات (Aesthetics)

جمالیات بھی معیاری علم ہے اس میں حسن و جمال کے معیار کا تعین کیا جاتا ہے۔ جمالیات ہمارے احساسات کے حسن وقبح سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ "خوب وزشت" کا معیاری نقطہ نظر سے مطالعہ کرتا ہے۔

آنکھ ملکہ حواس ہے۔ اسی لیے آنکھ کے ذریعے حاصل کردہ علم کی اہمیت زیادہ ہے۔ کسی آرٹسٹ کی خوبصورت پینٹنگ، کسی شاعر کی کہی ہوئی نظم یا غزل ذوقِ جمال کی بہترین تسکین کرتی ہیں۔ آرٹسٹ اور شاعر جمالیاتی ذوق کی تسکین کے لئے عملی کاوش کرتے ہیں۔

جمالیات میں خوبصورت (Beautifull) اور بدصورت (Ugly) اشیا کی قدر و قیمت پر بحث کی جاتی ہے۔ بعض اوقات وہ اشیا یقیناً ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی ہمیں نظر آتی ہیں اور بعض اوقات ہمارے مزاج، ذہنی الجھن یا پریشان کن مشکلات کی وجہ سے خوبصورت چیزیں اچھی نہیں لگتیں۔

جمالیات میں حواس سے حاصل کردہ کسی بھی طرح کے علم کی حسن وخوبی یا اس کے قبیح ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور معیار طے کیا جاتا ہے۔ مثلاً مری کی پہاڑیوں کے مناظر اچھے لگتے ہیں یہ ہمیں حسن جمال ہی بتاتا ہے۔ خوشبو کیوں بھلی لگتی ہے؟ یا بدبو کیوں بری لگتی ہے؟ یہ جمالیات ہی کے مسائل ہیں۔ کوئی آواز اچھی لگتی ہے یا شور برا محسوس ہوتا ہے یہ بھی جمالیات ہی کا موضوع ہے۔ یعنی حواس کے ذریعہ جو بھی ادراک حاصل ہوتا ہے اس کے حسن وخوبی اور دوسرے پہلو یعنی قبیح ہونے کا مطالعہ علم جمالیات کرتا ہے گویا کہ جمالیات وہ معیاری علم ہے جس میں تجزیہ و مشاہدہ کے ذریعے ہم حسن اور غیر حسن کا فرق کرتے ہیں۔ معیارِ حسن کیا ہے؟ اس کے لیے کونسے اصول کام کرتے ہیں؟ خوشی اور غمی کے احساس کے فرق کی بنیاد کیا ہے؟ جیسے خوشی کے لمحات میں ماحول بے حد خوشگوار ہوتا ہے گھڑیاں جلد گزر جاتی ہیں غمگین اور اداس ماحول میں وقت کاٹے نہیں کٹتا۔ اس طرح مضحکہ خیزی (Comic) کا تصور بھی جمالیات کے تحت آتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بعض اوقات گفتگو یا واقعاتی صورتِ حال میں مضحکہ خیز انداز اپنایا جاتا ہے۔ اس پہلو کا مطالعہ بھی جمالیات ہی کرتی ہے۔

(iii) اخلاقیات (Ethics)

اخلاقیات میں عمل کے معیار کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ خیر کیا ہے؟ شر کیا ہے؟ انسان کا کون سا کام صائب ہے اور کون سا غیر صائب ہے؟ کوئی شخص اچھے افعال کرتا ہے یا برے افعال اس کا فیصلہ اخلاقیات کرتی ہے۔

پروفیسر جان ڈیوی (Dewey) کے خیال میں "اخلاقیات وہ معیاری علم ہے جس میں کردار پر خیر وشر یا صواب وخطا کے نقطہ نظر سے بحث کی جاتی ہے"۔

انگریزی زبان کا لفظ (Ethics) یونانی زبان کے لفظ (Ethos) سے نکلا ہے۔ جس کے لفظی معنی عقائد و رسوم کے ہیں۔ گویا رسم و رواج کے علم کو بھی اخلاقیات کہا جاتا ہے اسی طرح لاطینی زبان کا لفظ (Moral) جو (Mores) سے مشتق ہے، کا مطلب بھی رسم و رواج ہے۔

اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص، گروہ، خاندان، قبیلہ یا قوم جس طرح کے رسم و رواج اپناتے ہیں اُسی طرح کی اُن کی اخلاقیات ہوتی ہے۔

اخلاقیات کا علم معیاری ہے یہ انسانی کردار کو خیر وصواب کے نظریہ سے پرکھتا ہے۔ اخلاقیات معاشرے میں پھیلی ہوئے غیر مربوط اور غیر مسلسل معلومات کو اکٹھا کر کے ایک سلسلے میں منسلک کرتا ہے۔ ان سے اصول اور کلیات وضع کر کے معیار و اخلاق طے کیا جاتا ہے۔ پروفیسر راجرس (Rogers) نے اپنی کتاب "تاریخ اخلاقیات" میں لکھا ہے کہ "جو علم ایسے اصول بتاتا ہو جن سے انسانی کردار کے صحیح مقاصد کی حقیقی اور سچی قدر و قیمت کا تعین ہو سکے اس کا نام علم الاخلاق ہے"۔ اسی طرح پروفیسر للی (Lillie) کا خیال ہے کہ "اخلاقیات انسانی کردار کی معیاری (Normative) سائنس ہے کردار کا مطالعہ خیر وشر یا صواب وخطا کی حیثیت سے کرتی ہے"۔

انسانی کردار کے دو اہم پہلو ہیں ایک داخلی اور دوسرا خارجی۔ انسانی کردار کا داخلی پہلو مقاصد محرکات اور نیتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جبکہ کردار کا خارجی پہلو جسمانی افعال و اعمال پر مبنی ہوتا ہے۔ اخلاقیات میں کسی فرد کے افعال کے اچھے اور برے دونوں پہلو دیکھے جاتے ہیں۔

عام طور پر خارجی کردار کی نفاست اور ظاہری آرائش کو معیار اخلاق نہیں سمجھا جاتا بلکہ فرد کی نیت پر اس کے کردار کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح صورت کے ساتھ سیرت کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ کردار کے خارجی پہلو کے بجائے داخلی پہلو کی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔ اخلاقیات میں کسی شخص کے خارجی اور داخلی کردار کا اچھا یا برا ہونا جانچا جاتا ہے۔ اس لیے اسے معیاری علم کہا جاتا ہے۔

فلسفیانہ نہج (Philosophical Approach)

فلسفہ کا خصوصی موضوع اساسِ علم اور اساسِ وجود کو جاننا ہے۔ کائنات میں موجود ہر شے میں علتی رشتے تلاش کرنا ہے۔ تحقیق وتفحص کے اس انداز کو کسی بھی نظریہ یا شے کی تنقید وتجزیہ کی تہہ تک پہنچنا کہتے ہیں۔ حقائق کا پتہ لگاتے ہوئے سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ کیا، کیوں اور کیسے کے سوالات کا جواب تلاش کیا جاتا ہے۔ جہاں کہیں بھی ایسا طریق کار اختیار کیا جاتا ہے اسے فلسفیانہ نہج (Philosophical Approach) کہا جاتا ہے۔

اگر کوئی فرد کسی بھی بات کو جیسی کہ ہے بغیر دلیل کے نہ مانے، تحقیق کا طریق کار اپنائے، علت و معلول کا رشتہ تلاش کرے، نئی نئی موشگافیاں کرے، ہر موضوع یا عنوان کے نئے معنی تلاش کرے، منطقی نتائج اخذ کرے، جذبات واحساسات کی رو میں بہنے کے بجائے عقل و استدلال سے کام لے، فکر کی ترویج وترقی کا سوچے اور ہمیشہ اس کاوش میں لگا رہے کہ ہر نئی صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے عقل کا استعمال کرنا چاہیے تو سمجھ لیجئے یہ فلسفیانہ نہج ہے۔

فلسفیانہ نہج کا اپنا ہی طریق کار ہے۔ اس میں بنے بنائے نظریات کو آخری سمجھنے کی بجائے اسے رد کر کے نئے نظریات تشکیل دیئے جاتے ہیں۔ ردِ فلسفہ بھی فلسفہ ہی کہلاتا ہے۔ فلسفہ مختلف علوم کے فراہم کردہ حقائق کو باقاعدہ نظام کے اندر متحد کرتا ہے۔ ان کی بنا پر ہمہ گیر نظریات پیدا ہوتے ہیں۔ فلسفہ حقائق کی ناقابل تحلیل وتحویل یا انتہائی ماہیت یا حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش کا نام ہے۔

فلسفیانہ نہج یہ ہے کہ جزیات سے آگے کائنات پر من حیث کل نگاہ ڈالی جائے۔ عقل واستدلال کے ذریعے ہر شے یا نظریہ کی انتہائی حقیقت دریافت کرنے کی کوشش کی جائے۔ کوشش سے مراد یہ ہے کہ فلسفہ میں نتائج کو حتمی نہیں مانا جاتا آئندہ آنے والے فلسفیوں کے لئے تنقید وتبصرے اور نشوونما کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ تعصب، تنگ نظری اور سطحی انداز فلسفے کا کام نہیں ہے بلکہ اس کا انداز بہت وسیع ہوتا

ہے۔فلسفے کی اہمیت بھی یہی ہے۔یونانی فلسفی افلاطون نے کہا تھا کہ فلسفی سارے زمان ومکان کا ناظر ہوتا ہے۔

فلسفیانہ اندازِ نظر کی بنیادیں فکری سوالات پر مبنی ہوتی ہیں جس سے کسی بھی نظریہ یا تعقل کو تحقیقی طور پر جانچا جاتا ہے نتائج اخذ کرتے ہوئے منطقی طریق کار اپنایا جاتا ہے۔

تنقید/سوچ و بچار (Criticism / Speculation)

فلسفے کا سب سے اہم کام تجزیہ کرنا ہے۔تجزیہ کی مدد سے نظریات، تعقلات اور اشیا کو اجزا میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، کسی بھی فکر یا نظریہ کا تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے۔گویا تنقید ایک ایسا فن ہے جس کی بنیادیں فلسفہ مہیا کرتا ہے سائنسی اور سماجی علوم وفنون سے متعلق موضوعات مضامین پر تنقیدی اندازِ نظر سے بحث کی جاتی ہے۔

تفکر و تجسس انسان کی جبلّت میں ہے۔جس کی بنا پر جستجو و کاوش کی جاتی ہے۔عقلِ انسانی ہر دور میں افکارِ پوشیدہ سے حجاب اٹھاتی رہتی ہے۔ان حجابات کو عیاں کرنا اور سربستہ رازوں کو فاش کرنا فلسفے کا مقصود و مطلوب ہے۔فلسفہ ہمیں پوری کائنات کا احاطہ کرنے میں مدد دیتا ہے۔بعض اوقات تشکیک کے انداز سے اور بعض دفعہ انکشاف و معرفت کے درجوں سے علمی و فکری منازل طے کی جاتی ہیں۔مشکل سے مشکل مسائلِ زیست کی وضاحت صرف فلسفیانہ انداز ہی سے ممکن ہوتی ہے۔قدیم اقوام کے نظریات، فلسفہ یونان، مسلم فلسفہ، فلسفہ جدید اور پس جدیدیت تک سب ادوار میں مختلف نظام ہائے فکر بیان کیے گئے خداداد صلاحیتوں کے مالک فلسفیوں کی بصیرت اور سوچ و بچار سے یہ سب کچھ ممکن ہوا۔

تمام مذاہب میں پیغمبرانہ فکر ونظر کی ابتدا سوچ و بچار اور تفکر سے ہوئی ہے۔خدا سے رابطہ ایک طرح سے فکری انتہا کی بہترین مثال ہے فلسفہ سوچ بچار ہی کی مدد سے توجیہات پیش کرتا ہے۔کائنات میں اگر کچھ موجود بھی ہے تو اس کی ماہیت، فطرت، قدر و قیمت، غرض و غایت کی وضاحت صرف فلسفہ ہی کر سکتا ہے۔زندگی، موت، زندگی بعد از موت، ارتقا، ابتدا اور انتہا، معاشرتی، معاشی، اخلاقی، سیاسی، علمی، سائنسی اور فکری جہتیں فلسفہ واضح کرتا ہے۔الفرڈ ویبر (Alfred Weber) کا خیال ہے کہ فلسفہ فطرت کے ایک جامع نقطہ نظر کی تلاش اور اشیا کی ہمہ گیر توجیہہ کی کوشش کو کہتے ہیں۔

> "Philosophy is a search for a comprehensive view of nature and attempt at a universal explaination."

اسی طرح مشہور مفکر ولیم جیمز (William James) کا کہنا ہے:

> ''فلسفہ واضح طور پر فکر کرنے کی ایک غیر معمولی و مستقل کوشش کا نام ہے۔''

اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا کی نظر سے اوجھل حقائق کی فلسفہ ہی فکری انداز سے تشریح کرتا ہے۔فلسفیانہ سوچ و بچار اور تنقیدی طریق کار سے حقائق تلاش کیے جاتے ہیں۔

دنیا میں ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی ایسی ہستی ضرور موجود ہوتی ہے۔جو فکر کی کسی بھی شاخ کو سوچ بچار سے تخلیقی و تحقیقی بلندیوں تک لے جاتی ہے۔طبیعیات، کیمیا، نباتیات، اخلاقیات، منطق، نفسیات، علمیات، فلکیات غرضیکہ کائنات کی علتِ اولیٰ دریافت کرنے کے لئے کسی

بھی علم میں فلسفیانہ سوچ بچار (Speculation) اور تنقید (Crtiticism) اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلسفے کے بغیر کوئی علم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

مشقی سوالات

انشائی طرز (Subjective Type)

1:۔ فلسفہ کی تعریف بیان کریں۔

2:۔ فلسفہ کا دائرہ کار کیا ہے؟

3:۔ فلسفہ کے اہم موضوعات کون کون سے ہیں؟

4:۔ فلسفہ کی اہمیت بیان کریں۔

5:۔ درج ذیل میں کسی دو پر نوٹ لکھیں۔

1۔قدریات 2۔علمیات 3۔وجودیات

معروضی طرز (Objective Type)

سوال 1: درج ذیل فقرات میں مناسب اور موزوں اصطلاحات اور الفاظ سے خالی جگہ پُر کریں۔

1:۔ فلسفہ جدید کا بانی.......................ہے۔

2:۔ منطق فکر کے قوانین کا..........................کرتا ہے۔

3:۔ قدریات میں.................علوم کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

4:۔ فلسفی کا لفظ سب سے پہلے.................نے اپنے لئے استعمال کیا۔

5:۔ فلسفی نظریہ قائم کرتا ہے اور............اس پر عمل کر کے آسائشات پیدا کرتا ہے۔

6:۔ فلسفہ کے دائرہ کار میں وجودیات، علمیات اور..........شامل ہیں۔

7:۔ احدیت کے نظریے کے مطابق کائنات کی ابتدا..........جوہر سے ہوئی ہے۔

8:۔ کائنات چار بنیادی عناصر سے مل کر بنی ہے۔ یہ یونانی فلسفی..........کا خیال ہے۔

9:۔ تجربیت پسندوں کا خیال ہے کہ انسان کا تمام علم..........ہوتا ہے۔

10:۔ منطق ایک معیاری علم ہے جو............کی صحت کی جانچ پڑتال کرتا ہے۔

سوال 2: ۔ذیل میں دیئے ہوئے سوالات کے ممکنہ چار جوابات میں سے صحیح جواب کی نشاندہی کریں۔

1:۔ فلسفہ کے لفظی معنی ہیں۔

1:۔ جدید علم 2:۔حب دانش 3:۔حب سائنس 4:۔قدیم سوچ

2:۔ درج ذیل میں سے یونانی فلسفی ہے۔

1:۔ ہیگل 2:۔افلاطون 3:۔الفارابی 4:۔نٹشے

3:۔ درج ذیل میں سے پہلا مسلم فلسفی ہے۔

1:۔سقراط 2:۔الکندی 3:۔صفوان 4:۔برگساں

4:۔ درج ذیل میں سے جدید فلسفہ کا بانی ہے۔

1:۔ارسطو 2:۔ڈیکارٹ 3:۔ابن سینا 4:۔سپنسر

5:۔ یہ کس نے کہا تھا۔"فلسفے کی ابتدا حیرانی سے ہوتی ہے۔"

1:۔ولیم جیمز 2:۔امام الغزالیؒ 3:۔افلاطون 4:۔ابن خلدون

6:۔ یہ کس نے کہا تھا۔"فلسفہ کی ابتدا شک سے ہوتی ہے؟"

1:۔تھیلیز 2:۔ڈیکارٹ 3:۔سارتر 4:۔سٹیس

7:۔ علم منطق کا تعلق کس سے ہے؟

1:۔استدلال 2:۔تحریر 3:۔تقریر 4:۔کاوش

8:۔ اخلاقیات میں بحث کی جاتی ہے۔

1:۔انسانی کردار کی 2:۔حسن و جمال کی 3:۔منطقی دلائل کی 4:۔علم کی

9:۔ درج ذیل میں معیاری علم کون سا ہے۔

1:۔کیمسٹری 2:۔منطق 3:۔ریاضی 4:۔جغرافیہ

10:۔ منطقی نتیجہ اخذ کرنے کے لئے جز سے کل کی طرف کس میں جایا جاتا ہے۔

1:۔استقرائیہ 2:۔استخراجیہ 3:۔اقدار 4:۔تحلیل

سوال3: کالم "الف" اور کالم "ب" میں دیئے گئے الفاظ میں مطابقت پیدا کر کے جواب کالم "ج" میں درج کریں۔

کالم "الف"	کالم "ب"	کالم "ج"
فلسفہ	بتدریج پختہ ہوتا جاتا ہے۔	
فلسفہ عصری	علم العلوم ہے۔	
منطق	پانی، مٹی، آگ اور ہوا ہیں۔	
انسان کا شعور	ام العلوم ہے۔	
فلسفے کا بنیادی کام ہی	انسان کی جبلت میں ہے	
یہ کائنات کے بنیادی عناصر	ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی	

فلسفے کے دو اہم افعال	کرنا ہی فلسفہ ہے	
سوچ و بچار اور فکر	سوالات اٹھانا ہے	
تعصب، تنگ نظری اور سطحی انداز	ترتیب اور تحلیل یا تجزیہ ہیں۔	
تفکر و تجسس	فلسفے کا کام نہیں ہے۔	

سوال4:۔ ذیل میں فقرات میں سے صحیح وغلط کی نشاندہی کیجئے۔

1:۔ یونانی فلسفی افلاطون کا خیال ہے کہ فلسفہ کی ابتدا، حیرانی سے ہوتی ہے۔ صحیح/غلط

2:۔ فیثاغورث نے سب سے پہلے فلسفہ کا لفظ استعمال کیا تھا۔ صحیح/غلط

3:۔ فلسفیانہ افکار ذہن کو مقفل کر دیتے ہیں۔ صحیح/غلط

4:۔ ڈیکارٹ جدیدیت کے مصروف فلسفیوں میں سے ایک ہے۔ صحیح/غلط

5:۔ فلسفی نظریہ قائم کرتا ہے اور سائنسدان اس پر عمل کر کے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ صحیح/غلط

6:۔ سائنس علم کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ صحیح/غلط

7:۔ تنقید ہو کہ تحقیق، ترکیب ہو کہ تخلیق سب کی بیاد میں فلسفہ مہیا کرتا ہے۔ صحیح/غلط

8:۔ ہربرٹ سپنسر کا کہنا ہے کہ سائنس جزوی طور پر جبکہ فلسفہ کلی طور پر منظم علم ہے۔ صحیح/غلط

9:۔ ایمپیڈوکلیز کے خیال میں کائنات چار بنیادی عناصر یعنی جواہر سے مل کر بنی ہے۔ صحیح/غلط

10:۔ جمالیات ہمارے جذبات کے حسن و قبح سے تعلق رکھتا ہے۔ صحیح/غلط

11:۔ فلسفہ میں تنگ نظری کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ صحیح/غلط

12:۔ جمالیات میں خوبصورت اور بدصورت اشیا کی قدر و قیمت پر بحث کی جاتی ہے۔ صحیح/غلط

13:۔ منطق استقرائیہ میں عمومی حقائق سے انفرادی حقائق کی طرف جاتے ہیں۔ صحیح/غلط

14:۔ کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے لوگوں میں خواہشات میں فرق نئے اور مختلف فلسفوں کو جنم نہیں دیتا۔ صحیح/غلط

15:۔ رسم و رواج کے علم کو بھی اخلاقیات کہا جاتا ہے۔ صحیح/غلط